رسائل و مسائل

اسلامی اصولوں پر بنکنگ کی اسکیم

سوال:۔ اسلامی اصول پر ایک غیر سودی بنک چلانے کے لیے ایک اسکیم بھیجی جا رہی ہے اس کو ملاحظہ فرما کر ہماری رہنمائی کیجیے کہ کیا شرعاً یہ اسکیم مناسب ہے یا اس میں کسی ترمیم و اضافہ کی ضرورت ہے؟

اسکیم کا خلاصہ:۔

مسلمان زمیندار، تجار اور اہل حرفہ مدتوں سے ساہوکاروں کے پنجے میں پھنستے جا رہے ہیں اور ۲۰، ۲۵ فی صدی تک سود ادا کرتے کرتے تباہ ہو رہے ہیں۔ بڑے تاجر اور زمیندار تو خیر بری بھلی طرح پنپ بھی رہے ہیں لیکن کم استطاعت مسلمانوں کا حال سودی قرضوں نے بہت ہی پتلا کر دیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایک مسلم بنک مسلمانوں کو غیر سودی قرض دینے اور زکوٰۃ کی وصولی کا انتظام کرنے کے لیے قائم ہو۔ ابتداءً ایک ضلع میں اس کا تجربہ کیا جائے اور پھر ملک بھر میں اسے پھیلا دیا جائے۔ مجوزہ بنک کے لیے ذیل میں چند اصول و مبادی درج کیے جاتے ہیں:

(۱) یہ بنک قانون شریعت کا پورا پورا پابند ہوگا اور مفرد اور مرکب ہر طرح کے سود سے دامن پاک رکھ کے کاروبار کرے گا اس بنک سے حاجت مند مسلمانوں کو جائداد کی کفالتوں پر اور تجارت پیشہ لوگوں کو مضاربت کے اصول پر کاروبار چلانے کے لیے سرمایہ فراہم کیا جائے گا۔ قرض دار کو از روئے معاہدہ اس امر کا پابند ہونا پڑے گا کہ وہ اپنے اموال اور کاروباری سرمایے پر ایک خاص عرصہ تک باقاعدگی سے بنک کو زکوٰۃ ادا کرے۔ اس طریقے سے ایک تو بلا سود سرمایہ حاصل کر کے مسلمان تاجر یا صناع اپنا کاروبار بخوبی چلا سکے گا اور اپنے سرمایہ پر سود ادا کرنے والے غیر مسلم حریفوں کا بخوبی مقابلہ کرنے کے قابل ہو جائے گا، اور دوسری طرف نظام زکوٰۃ کے احیا میں وہ حصہ دار بنے گا، جس کے مٹ جانے کی وجہ سے ہمارے عوام کی غریبی اور بے روزگاری لاعلاج ہو کے رہ گئی ہے۔

(۲) یہ بنک چونکہ بہت ہی سادہ اور پاکیزہ طریق پر عوام سے معاہداتی معاملہ کرے گا۔ اس لیے یہ

بآسانی ممکن ہے کہ حکومت سے قانونی طور پر اس کی توثیق کرائی جائے۔ ضرورت ہو تو اسمبلی میں بل پیش کیا جاسکتا ہے۔ پہلے زکوٰۃ کی جبری وصولی کے لیے ایک دفعہ حکومت کے سامنے سوال اٹھایا گیا تھا تو یہ اس وجہ سے نامنظور ہوا تھا کہ اس سے مسلمانوں کی "متوازی حکومت" قائم ہوتی ہے۔ لیکن ہماری تجویز کے مطابق زکوٰۃ کی جبری وصولی اس معاہدہ کے زیر اثر ہوگی جو بنک اپنے مقروض سے طے کریگا۔ کوئی حکومت معاہداتی معاملات کی تصدیق سے انکار نہیں کرسکتی۔

(۳) یہ بنک زکوٰۃ اور دوسرے صدقات کی منظم وصولی کا فریضہ بھی اپنے ذمہ لیتا ہے۔ انفرادی طور پر زکوٰۃ تقسیم کر دینا ایک ناقص طریقہ ہے۔ شریعت اس کا اجتماعی نظم چاہتی ہے۔ لہٰذا ہم سمجھتے ہیں کہ مسلم پریس اور پلیٹ فارم کو ہماری اس تجویز کی پوری پوری پشت پناہی کرنی چاہیے۔

(۴) اس بنک کا منظور شدہ اور ادا شدہ سرمایہ کم از کم ۵ لاکھ روپے ہوگا جو دس دس روپے کے پچاس ہزار حصص پر مشتمل ہوگا۔ ۴ لاکھ کا سرمایہ مناسب صنعتی کاروبار میں لگا کر کم از کم ۶ فی صدی سالانہ منافع حاصل کیا جاسکے گا۔ بقیہ ایک لاکھ ادنیٰ طبقہ کے مسلمان کاریگروں اور پیشہ وروں کو قرضے دینے کے لیے مخصوص کر دیا جائے گا اور ابتداءً قلت سرمایہ کی وجہ سے قلیل مدت کے لیے قرضے جاری کیے جائیں گے۔

انتظامی مصارف کو تجارتی سرمایہ کے منافع کے ۲۵ فی صدی یعنی چھ ہزار روپیہ سالانہ کے اندر اندر پورا کیا جائے گا۔ اخراجات کا تخمینہ حسب ذیل ہے۔

ایک مینجر	۲۰۰ روپیہ ماہوار	۲۴۰۰ سالانہ
ایک اکاؤنٹنٹ	۱۰۰ " "	۱۲۰۰ "
ایک اسٹینوگرافر	۵۰ " "	۶۰۰ "
دو کلرک	۳۰ " "	۷۲۰ "
دو چپراسی	۲۰ " "	۴۸۰ "
متفرق مصارف		۱۲۰ "
	میزان	۶۰۰۰ روپے سالانہ

پہلے سال چند ہزار روپے فرنیچر، ٹائپ مشینوں اور آہنی الماریوں وغیرہ پر بھی صرف ہوں گے، اس لیے چار لاکھ کے کاروباری سرمایہ پر متوقعہ ۹ فی صدی منافع میں سے ۲ فی صدی الگ کرکے بھی ہم ۷ فی صدی حصہ داروں میں تقسیم کرسکیں گے، اور اگر ان "امانتوں" کا منافع بھی محسوب کیا جائے جو ہمارے بنک کے حوالے کی جائیں گی تو یقیناً حصہ داروں کو زیادہ منافع ملے گا۔

زکوٰۃ کی رقم کو ٹھیک ٹھیک شرعی مصارف پر صرف کیا جائے گا اور دوسرے صدقات بھی مسلمان عوام کی بہبود کے لیے ڈائرکٹروں کی "شوریٰ" کے مشورے سے خرچ کیے جائیں گے۔ ڈائرکٹروں کی تجویز کے مطابق منافعوں کا ایک مناسب حصہ فلاحِ عام کے فنڈ میں بھی شامل ہوتا رہے گا۔ "شوریٰ" صرف ایسے اصحاب پر مشتمل ہوگی جو با اثر ہوں اور مختلف طبقات کے مفاد کی نمائندگی کرسکیں۔

(۵) بنک اس کا مجاز ہوگا کہ میعادی امانتوں (fixed deposits) کی جو رقمیں اس کے پاس ہوں انھیں صنعتی، تجارتی اور زرعی بیوپاروں میں لگا کر منافع حاصل کرے۔ ایسے منافع میں سے ایک حصہ امانت داروں کو تقسیم کردیا جائے گا تاکہ لوگوں میں ہمارے پاس امانتیں رکھوانے کی طرف رغبت پیدا ہو۔

ہمارے بنک کے امتیازات یہ ہوں گے:۔

(۱) اس کی اساس لوٹ کھسوٹ کی خواہش پر نہیں بلکہ خدمت اور تعاون کے جذبہ پر ہوگی اور اس وجہ سے اس کی کشش ہر اس شخص کے لیے ہے جو نفع اندوزی کی بجائے خدمت کرنا چاہے، خواہ وہ ہندو ہو یا مسلم۔

(ب) یہ بنک ان لوگوں سے بھی زکوٰۃ جمع کرنے کی کوشش کرے گا، جو بنک کے مقروض نہ ہوں۔ مگر زکوٰۃ کو اجتماعی نظم کے ساتھ ادا کرنا چاہیں۔

(ج) "میعادی امانتوں" پر یہ بنک سود نہیں دے گا بلکہ اس کے بجائے ان امانتوں کو کاروبار میں لگا کر منافع حاصل کرے گا اور اس کا حصہ امانت داروں کو دے گا۔

جواب: غیر سودی بنک کی یہ تجویز بجائے خود تو بہت مبارک ہے، اور میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ

اس کا تجربہ ضرور کیجیے، لیکن میری رائے یہ ہے کہ اس کاروبار کو زکوٰۃ و صدقات کے ساتھ خلط ملط کر دینا مناسب نہیں ہے۔ کاروباری ادارہ لازماً کاروباری نوعیت ہی کی فکر، صلاحیت اور مصروفیت چاہتا ہے، اور خیراتی ادارہ بالکل ایک دوسرے طرز کی فکر، صلاحیت اور مصروفیت کا طالب ہے۔ ان دونوں چیزوں کو خلط ملط کر دینے سے اندیشہ ہے کہ یا تو خیرات کا پہلو نقصان اٹھائے گا یا کاروبار کا پہلو۔ لہٰذا اگر آپ زکوٰۃ و صدقات کی تنظیم چاہتے ہیں تو اس کے لیے الگ انتظام سوچیے، اور اس غرض کے لیے ایک مستقل ادارہ بنائیے۔ جہاں تک اس کے انتظامی مصارف کا تعلق ہے اس کا سوال شریعت نے خود ہی پہلے سے حل کر رکھا ہے۔ زکوٰۃ کی تحصیل اور خرچ کا انتظام کرنے والوں کو شرعاً مال زکوٰۃ سے تنخواہیں لینے کا حق ہے۔

بینک کے کام میں زکوٰۃ و صدقات کی وصولی اور خرچ کو شامل کر دینے سے ایک خطرہ یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ دینے والے بینک میں اپنی زکوٰۃ اس لالچ سے داخل کرائیں گے کہ وہاں سے ان کو قرضے حاصل کرنے میں آسانی ہو اور یہ چیز اس ذہنیت کے بالکل خلاف ہے جس کے تحت ایک مسلمان کو زکوٰۃ دینی چاہیے۔

بینک کے لیے تو مناسب صورت یہی ہے کہ اس کو بالکل کاروباری اغراض کے لیے کاروباری طریقوں پر چلایا جائے۔ مختصراً اس کے اصول حسب ذیل ہونے چاہئیں:۔

(۱) اس کا سرمایہ دو طریقوں سے حاصل ہو۔ ایک شرکاء کے حصص (Shares)، دوسرے ان لوگوں کی امانتیں (Deposits) جو سود نہیں لینا چاہتے۔

(۲) وہ تین قسم کے کام کرے، ایک مختلف صنعتی اور تجارتی کاموں کو سرمایہ فراہم کرنا اور "حصہ داری" کے اصول پر ان کے منافع میں سے اپنا متناسب حصہ وصول کر لینا۔ دوسرے بینک کاری کی وہ ساری جائز خدمات انجام دینا جو آج کل بینک عموماً انجام دیا کرتے ہیں اور ان کی فیس وصول کرنا۔ تیسرے حاجت مند لوگوں کو قابل اطمینان ضمانتوں یا جائداد کی کفالتوں پر غیر سودی قرض دینا۔

(۳) ان میں سے پہلی دو مدوں سے جو آمدنی حاصل ہو وہ بینک کے انتظامی مصارف نکالنے کے بعد حصہ داروں اور امانت داروں، دونوں قسم کے لوگوں میں متناسب طریقہ پر تقسیم کر دی جائے۔

(۴) اس بینک میں روپیہ رکھوانے اور اس کے حصص خریدنے کے لیے تین محرک کافی ہیں، ایک

سود سے بچنے کی خواہش، دوسرے حلال منافع حاصل کرنے کی توقع، تیسرے اپنے مال کے تحفظ کا اطمینان۔

چند معاشی اور کاروباری مسائل

سوال:۔ ہم نے غلہ کی ایک دوکان کھول رکھی ہے۔ موجودہ کنٹرول سسٹم کے تحت شہروں میں جمعیت ہائے تاجران غلہ (Food Grain Associations) قائم ہیں۔ ان جمعیتوں کو حکومت کی طرف سے کہا جا رہا ہے کہ وہ اپنی "فوڈ گرین سنڈیکیٹس" بنائیں۔ گورنمنٹ ہر سنڈیکیٹ کو اشیائے خوردنی کے پرمٹ دے گی اور آئندہ غلہ کا سارا کاروبار صرف سنڈیکیٹ ہی کی معرفت ہوا کرے گا۔ نفع نقصان سب حصہ داروں پر تقسیم ہو جایا کرے گا۔ چنانچہ ہمارے شہر میں ایسی سنڈیکیٹ بن چکی ہے۔ پورے شہر کے غلہ کا کاروبار کئی لاکھ کا سرمایہ چاہتا ہے اور پورا سرمایہ چونکہ سنڈیکیٹ کے شرکا فراہم نہیں کر سکتے، لہذا بینک سے سودی قرض لیں گے اور اس سودی قرض کی غلاظت سے جملہ شرکا کے ساتھ ہمارا دامن بھی آلودہ ہوگا۔ ہم نے اس سے بچنے کے لیے یہ صورت سوچی ہے کہ ہم اپنے حصہ کا پورا سرمایہ نقد ادا کر دیں اور بینک کے قرض میں حصہ دار نہ ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اگر پورے کاروبار کو سنڈیکیٹ سنبھالنے کے قابل نہ ہوئی تو شاید سنڈیکیٹ ایسے سوداگر مقرر کر دے جنھیں ایک چوتھائی سرمایہ سنڈیکیٹ دے گی اور بقیہ تین چوتھائی سوداگر اپنی گرہ سے لگائے گا اور اسے اختیار ہوگا کہ وہ ضروری سرمایہ بینک سے قرض لے جس کا سود سنڈیکیٹ ادا کرے گی۔ اگر یہ صورت ہوئی تو ہمارا ارادہ ہے کہ ہم پورے کا پورا سرمایہ اپنی گرہ سے لگائیں گے اور بینک کے قرض اور سود سے اپنا کاروبار گندہ نہ ہونے دیں گے۔ ہماری ان دونوں تجویزوں کو سنڈیکیٹ نے قبول کر لیا ہے کہ ان میں سے جو شکل بھی ہم چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ اس معاملہ میں جتنے لوگوں سے ہماری تفصیلی گفتگو ہوئی اور جیسی اپنے نصب العین کو ان پر واضح کرنے کا موقع ملا، وہ سب ہمارے اصول کی بہت قدر کر رہے ہیں۔ تمام بیوپاری ہندو ہیں اور بہت حیران ہیں کہ یہ کیسے مسلمان ہیں کہ اپنے

اصول کی خاطر ہر فائدہ کو چھوڑنے پر آمادہ ہیں۔ ان پر ہمارے اس رویہ کا اخلاقی اثر اس درجہ گہرا ہوا ہے کہ اب وہ ہر کام میں ہم سے مشورہ طلب کرتے ہیں اور ہم پر پورا اعتماد کرتے ہیں۔ ایک تازہ مثال یہ ہے کہ حال میں ایک جگہ سے دس ہزار بوری گندم خریدنے کا فیصلہ ہوا، ایک ہندو بیوپاری کو خریداری کے لیے مقرر کیا گیا، مگر ایسوایشن کا اصرار تھا کہ اس کے ساتھ ہم میں سے بھی کوئی جائے۔ ہم نے لاکھ کہا کہ ہمیں کاروبار کا کچھ زیادہ تجربہ نہیں ہے مگر ان کی ضد قائم رہی۔ آخر راقم الحروف کا جانا طے ہوگیا۔ بعد میں جب میں نے اس کی وجہ پوچھی تو ان میں سے ایک شخص نے صاف کہا کہ اور جو کوئی بھی جائے گا، کسی نہ کسی قسم کی بے ایمانی کرے گا مگر آپ لوگوں میں سے جو گیا وہ نہ خود بے ایمانی کرے گا نہ دوسرے کو کرنے دے گا۔

اس سلسلہ میں حسب ذیل امور کے متعلق آپ کی ہدایت درکار ہے:۔

(۱) سردست تو ہمارا اور ان غیر مسلم تاجروں کا ساتھ نبھ رہا ہے لیکن آگے چل کے اگر یہ ساتھ نہ نبھ سکا تو پھر کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اپنی ایک الگ "مسلم ٹریڈنگ ایسوسی ایشن" بنالیں اور خدا کی نافرمانی سے ہر ممکن حد تک بچ کر اپنا کاروبار چلائیں؟

(۲) ہندو مسلم مخاصمت کی وجہ سے یہاں کی فضا حد درجہ خراب ہے اور چونکہ مارکیٹ پر ہندوؤں کا قبضہ ہے اس لیے مسلمانوں کو ضروریات زندگی حاصل کرنے میں تکلیف پیش آرہی ہے۔ ان حالات میں ایک مسلم ٹریڈنگ ایسوسی ایشن قائم کی گئی ہے جس کا مطالبہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے حصہ کا پورا کوٹا اسی کو ملے۔ ہمیں بعض اصحاب مشورہ دے رہے ہیں کہ تم بھی اس میں شامل ہوجاؤ۔ مگر ہمیں اس کے اندر قوم پرستانہ کشمکش کی بو محسوس ہوتی ہے اور اسی بنا پر ہم اس سے پرہیز کررہے ہیں۔ کیا یہ رویہ ہمارے لیے مناسب ہے؟

(۳) بعض ہندو حضرات جو ہمارے اصول و اخلاق کے قدردان ہیں ہمیں باخلاص یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ اگر بینک سے آپ لوگ معاملہ نہ کریں گے تو سنڈیکیٹ کے ساتھ آپ کے لیے کام کرنا مشکل ہوجائے گا بلکہ علیحدہ ہوکر بھی آپ کاروبار نہ چلاسکیں گے۔ سوال یہ ہے کہ اگر واقعی ایسی

صورت پیش آجائے تو ہم کیا کریں؟ کیا اضطراراً بینک سے معاملہ کریں؟

(۴) پنجاب انڈسٹری ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے فیکٹری لگانے والوں کو سالانہ گرانٹ ملتی ہے، اس وجہ سے...... کہ گورنمنٹ انڈسٹری کو فروغ دینا چاہتی ہے۔ ہمارے ہاں کھڈیوں کا کارخانہ بھی ہے۔ ایک دوست کا مشورہ ہے کہ ہم بھی حکومت سے گرانٹ کی درخواست کریں مگر ہمیں شک ہے کہ ارکان جماعت ہوتے ہوئے ہم ایسا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: آپ نے غیر مسلموں کے ساتھ تجارتی شرکت میں سود سے بچنے کا جو اہتمام کیا ہے اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیے۔ اگرچہ اس میں بہت سے نقصانات کے اندیشے آپ کے سامنے آئیں گے اور بہت سے فائدے بھی ہاتھ سے جاتے محسوس ہوں گے مگر مآل کار میں اس کے اتنے فائدے ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے نہ صرف آپ کی اپنی عاقبت درست ہوگی، بلکہ ان شاء اللہ بہت سے دوسرے بندگان خدا کو بھی ہدایت نصیب ہوگی۔ آپ نے خود بھی چند ہی روز کے تجربے سے دیکھ لیا ہے کہ اگر مسلمان ٹھیک ٹھیک اسلامی اصولوں پر کام کرے تو اس کا کیسا زبردست اخلاقی اثر اس کے پورے ماحول پر چھا جاتا ہے۔

آپ نے جو سوالات کیے ہیں ان کے جوابات حسب ذیل ہیں:

(۱) اگر کبھی غیر مسلم شرکا سے آپ کا ساتھ نہ نبھ سکے اور آپ کو اپنی الگ تجارتی جمعیت بنانی پڑے تو اس کا نام "مسلم ٹریڈنگ ایسوسی ایشن" رکھنے کے بجائے Fair dealers association یا اسی طرح کا کوئی دوسرا اردو یا انگریزی نام رکھیے، اور اس میں شرکت کے لیے انصاف و دیانت کے چند ایسے اصول مقرر کیجیے جن کو دیکھ کر ہر شخص پکار اٹھے کہ یہی انصاف ہے اور اسی کا نام ایمانداری ہے۔ مثلاً یہ کہ سود نہ لیں گے نہ دیں گے، سٹہ نہ کریں گے، ایک مقرر فی صدی سے زیادہ منافع نہ لیں گے، جعلی کھاتے نہ رکھیں گے، جھوٹ نہ بولیں گے، خریدار کو مال کا حسن و قبح ٹھیک ٹھیک بتا دیں گے، ناپ تول میں کمی نہ کریں گے وغیرہ۔ پھر اس کا دروازہ ہندو، مسلمان، سکھ، سب کے لیے کھلا رکھیے اور اعلان کر دیجیے کہ ان شرائط پر جو شخص بھی ہمارے ساتھ شریک ہونا چاہے، ہو سکتا ہے۔

(۲) ہندوؤں اور مسلمانوں کی قومی کشمکش سے اپنے آپ کو قطعاً بالاتر رکھیے۔ اگر کبھی غیر مسلموں سے آپ کو تجارتی شرکت توڑنی پڑے بھی تو اسے قومی جھگڑے کی بنا پر نہ توڑیے بلکہ اصول کی لڑائی لڑ کر توڑیے اور ان سے الگ ہو کر جو تجارتی جمعیت آپ بنائیں اسے بھی کسی ایک قوم کے تاجروں تک محدود نہ رکھیے بلکہ چند معروف اصولوں پر قائم کرکے صلائے عام دیجیے کہ جو ان اصولوں کو قبول کرے وہ ہمارے ساتھ شریک ہو سکتا ہے۔ آپ کی تو کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہر قوم کے لوگوں کے ساتھ آپ کا زیادہ سے زیادہ سابقہ اور معاملہ پیش آئے تاکہ آپ اپنی اصولی دعوت کو اور اپنے اخلاقی اثرات کو ہر طرف بے روک ٹوک پھیلا سکیں۔ قوم پرستانہ کشاکش میں اپنا دامن آپ نے الجھا لیا تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ گویا آپ نے ہر چار دروازوں میں سے تین دروازے اپنے اوپر خود بند کر لیے۔

(۳) اگر کسی وقت آپ دیکھیں کہ سودی معاملات کیے بغیر بڑے پیمانہ پر تجارت نہیں کی جا سکتی تو بجائے اس کے کہ آپ "اضطرار" کے بہانے سودی معاملات کریں، بڑے پیمانے کی تجارت چھوڑ دیجیے اور صرف اُس تھوڑی سی بقدرِ کفاف آمدنی پر قناعت کیجیے جو اللہ حلال ذرائع سے آپ کو دے۔ آپ کا یہ سوال کہ "کیا ہم اضطراراً بینک سے معاملہ کر لیں"؟ بڑا ہی عجیب سوال ہے۔ کیا واقعی بہت کمانے کے لیے بھی آدمی کبھی مجبور و مضطر ہو سکتا ہے؟ کوئی بھوکا مر رہا ہو تو بے شک وہ کہہ سکتا ہے کہ میں حرام کے چند لقمے حاصل کرنے پر مجبور ہوں۔ مگر کھاتا پیتا آدمی کہے کہ میں حرام کے ہزاروں روپے کمانے پر مجبور ہوں تو یہ بالکل ایک نرالی قسم کی مجبوری ہو گی۔ ایسے حیلوں سے حرام کو اپنے لیے حلال کرنے کا تصور بھی آپ کے ذہن میں کبھی نہ آنا چاہیے۔ پھر ذرا یہ بھی تو سوچیے کہ اپنے اصولوں کی اس قدر "شورا شوری" کے بعد اگر آخر کار آپ نے یہ بے نمکی دکھائی کہ ذرا سے تجارتی مفاد کو نقصان پہنچتے دیکھ کر بینک کے دروازے پر توبہ توڑ بیٹھے تو آج تک آپ نے جو کچھ کیا ہے اس سب پر کس بری طرح پانی پھر جائے گا۔ یہ حرکت کرکے تو گویا آپ خود ہی یہ ثابت کر دیں گے کہ اسلام کے اصول صرف بیان کرنے کے لیے ہیں، برتنے کے لیے نہیں ہیں۔ جو ہندو دوست آپ کو یہ مشورہ دے رہے ہیں ان کو جواب دیجیے کہ آپ کی ہمدردی کا بہت شکریہ، مگر بجائے اس کے کہ ہم آپ کا مشورہ قبول کرکے اپنے اصولوں کے خلاف

سودی کاروبار میں مبتلا ہوں، ہم آپ کو مشورہ دیتے ہیں کہ ہمارے ساتھ مل کر ایک مرتبہ آپ غیر سودی اصولوں پر لین دین کرنے کا تجربہ کر دیکھیں۔ اس تجربے سے آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ یہ چیز ہمارے اور آپ کے اور سب لوگوں کے لیے سودی کاروبار سے بہتر ہے۔ اگر آپ تعاون کرنے پر آمادہ ہوں تو ہم ایک غیر سودی بینک قائم کر کے اور کامیابی کے ساتھ اس کو چلا کر عملاً اس کا فائدہ آپ کو دکھا سکتے ہیں۔

(۲) حکومت سے گرانٹ کی درخواست آپ رکن جماعت ہوتے ہوئے نہیں کر سکتے۔ البتہ اگر حکومت آپ سے یہ درخواست کرے کہ آپ اس کی گرانٹ قبول کر لیں، اور اس بات کا اطمینان دلائے کہ یہ گرانٹ محض ملکی صنعت کی ترقی کے لیے دینا چاہتی ہے، آپ کا ضمیر خریدنا اس کے پیش نظر نہیں ہے، تو اس درخواست پر ہمدردانہ غور کیا جا سکتا ہے۔

ARAFAT

A MONTHLY CRITIQUE OF MUSLIM THOUGHT

Edited by MUHAMMAD ASAD
(Leopold Weiss)

Translator & Commentator of
SAHIH AL-BUKHARI
and author of
ISLAM AT THE CROSSROADS

This monthly review is devoted to a reinvestigation of the principles and concepts of Islam, and aims at freeing the Muslim mind from the errors accumulated in the centuries of our decadence. Nobody who believes in the eternal validity of Islam can overlook this

" CRITIQUE OF MUSLIM THOUGHT "

Annual subscription : Rs. 7/8 (post free)

Owing to the present paper shortage the issue of ARAFAT is limited, and single copies cannot therefore be supplied. Only ANNUAL subscriptions will be accepted.

Address your order to :—

The Manager, "Arafat" Dalhousie (Punjab)